SHABANA PERVEEN
Asst. Professor, Dept. of URDU
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)

B.A (H) Part I,PAPER -II

TOPIC: NAZM FARMANE KHUDA: IQBAL

نظم فرمان خدا: محمد اقبال

آٹھ بندوں پر مشتمل نظم ''فرمان خدا'' اقبال کے دل کی آواز ہے، جسے انہوں نے دنیا کے دبے کچلے انسانوں کی حمایت میں بلند کی ہے۔ اقبالؔ نے تین نظمیں ''لینن خدا کے حضور میں''، ''فرشتوں کے گیت'' اور ''فرمان خدا'' کو ایک ہی سلسلے کی کڑی کے طور پر قلم بند کیا ہے۔ اگرچہ اقبال نے خود اس طرح کا اظہار نہیں کیا ہے۔ یہ تینوں نظمیں موضوع اور ساخت کے اعتبار سے ایک ہی سلسلے کی کہے جانے کی مستحق ہیں اور ''فرمانِ خدا'' تیسری یا آخری کڑی ہے۔

اگر تینوں نظموں کا ماخذ سامنے لانا ہو تو یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ جب لینن نے خدا کے حضور میں اپنی کمزوریوں اور مجبوریوں کو بیان کرتے ہوئے دنیا کا نقشہ پیش کیا تو خدا کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ دنیا کے احوال کا جائزہ لو اور جب فرشتوں سے حکم صادر ہوتا ہے کہ اے فرشتوں اے قدرت کے کارخانے کو چلانے والوں قوتوں، اٹھو اور میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو اور امیر لوگوں نے جو اونچے، اونچے محل بنا رکھے ہیں۔ ان کے در و دیوار میں زلزلہ پیدا کر دو۔ محکوموں اور غلاموں کے دلوں میں یقین کامل کی ایسی حرارت پیدا کر دو کہ ان کا خون جوش میں آجائے۔ جو آج عام چڑیوں کی طرح خود کو نادار و ناچیز سمجھتے ہیں وہ سرمایہ داروں سے جو اپنی دولت کی بدولت شاہین تصور کئے بیٹھے ہیں، سے لڑ جائے گویا ایسا سامان سفر پیدا کر دینے کا حکم ہے کہ نادار چڑیا شاہین سے ٹکرا جائے۔ اس کے بعد اقبال فرماتے ہیں کہ مذہبی پیشواؤں نے خدا اور ان کے بندوں کے درمیان پردے تان دیئے ہیں۔ وہ اپنے بغیر کسی کو خدا تک پہنچنے نہیں دیتے۔ ان مذہبی پیشواؤں کو کلیسا سے اٹھاؤ تاکہ بیچ کے پردے بھی اٹھ جائیں اور خدا اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق پیدا ہو جائے۔ شعر دیکھئے۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

یہ شعر دراصل مسیحی کلیسا کی سرگزشتہ کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ اہل کلیسا تمام مذہبی معاملات کے خودمختار بن گئے تھے۔ صدیوں تک دنیا نجات کیلئے ان ہی کی طرف دیکھتی رہی۔ جب علم پھیلا، عوام کے دماغوں میں روشنی پیدا ہوئی، تو نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ کلیسا سے بدظن ہوئے۔ بلکہ مذہب ہی سے بیزار ہو گئے۔ بالکل یہی کیفیت ہندو دھرم کے پنڈتوں اور پروہتوں نے پیدا کی اور ایسی ہی حالت ہمارے قوم کے بعض نام نہاد عالموں اور پیروں کی بھی ہے۔ ایسا مذہب کس کام کا۔ بہتر یہی ہے کہ اس کا چراغ بجھا دیا جائے تاکہ لوگ مذہب کی روح اور حقیقت کو پہچان سکیں۔ آگے چل کر اقبالؔ کہتے ہیں کہ عالیشان مسجدیں، گرجے اور مندر تعمیر کر دینے سے کیا فائدہ؟ اصل مقصد تو یہ ہے کہ مذہبی جذبے کے ماتحت خلق خدا کی خدمت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پائے۔ مجھے تو ایسا کعبہ چاہئے جو عوام میں سچا دینی رشتہ پید

اکردے اگرچہ وہ کعبہ مٹی کا ہی بنا ہوا کیوں نہ ہو۔ اور آخر میں اقبال کہتے ہیں ؎

تہذیب نو کارگہہ شیشہ گراں ہے　　　آداب جنوں شاعر مشرق کو سکھا دو

یہ جونئی تہذیب سے یہ شیشہ بنانے والوں کی کارگاہ ہے۔ ہلکی سی ضرب پڑے گی تو چور چور ہو جائے گی۔ اسے تباہ کردینا ضروری ہے۔ شاعر مشرق کے سینے میں جذبہ محبت پیدا کردو تا کہ وہ لوگوں کو انکا صحیح آئینہ دکھا سکے اور تہذیب نوی کے فاسدادادوں سے آگاہ کر سکے۔

اس نظم میں فکری اور فلسفیانہ عناصر کی پیش کش کے باوجود شعریت ہے۔ عمدہ تشبیہات و ترکیبات بھی موجود ہیں۔ بعض اشعار فصاحت و بلاغت کے بہترین نمونے ہیں۔

علامہ اقبالؔ نے اپنے سینے میں ایک شاعر کا ایسا حساس اور دردمند دل بھی پایا تھا جس میں سماج کے کمزور، پسماندہ اور مظلوم طبقہ سے گہری ہمدردی، غم گساری اور محبت کا جوش و جذبہ موجزن تھا۔ پھر اس وقت کا ہندوستان اپنی تاریخ کے سب سے زیادہ طوفان خیز صبر آزما اور ابتلا و آزمائش کے دور سے گزر رہا تھا۔ ایک طرف یہاں کے بیدار عوام میں ظلم و جبر اور بربریت کے خلاف بیداری اور غم و غصہ کا انقلابی طوفان اٹھ رہا تھا تو دوسری طرف ظلم استداد کے حکمراں اس ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں شاعر درد آشنا اور حریت کا شیدائی اقبال اپنے فکر و ذہن اور قرطاس و قلم کو انقلابی جنبشوں سے کیسے الگ رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ پکار اٹھی ''اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو'' اقبال کمیونزم کو سراہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلامی نظریہ سے بہت ہی قریب ہے۔ صرف فرق تو یہی ہے کہ اسلام مذہبی اقتدار کا قائل ہے اور روس کی کمیونزم مذہبی تبلیغ کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر بھی انہوں نے کمیونزم کی آواز سے اپنی آواز ملائی۔ خاص طور پر اقبال کو اقتصادی ناسازگاری نے مضمحل و بیزار کردیا تھا۔ سرمایہ داری کسی بھی روپ میں انہیں گوارا نہ تھی۔ اقبالؔ چاہتے تھے کہ ایک ایسا زبردست انقلاب برپا ہو جس سے سرمایہ دارانہ نظام کی اینٹ سے اینٹ بج جائے۔ روس میں ایک بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ لینن کی رہنمائی میں اٹھارہ کروڑ انسان کو سرمایہ داروں سے نجات ملی۔ روس کا انقلاب لینن جیسے صلح و آشتی پسند انسان کا مرہون منت ہے۔ پھر بھی روسی انقلابیوں میں ایک جماعت ایسی تھی جو جبر تشدد کی قائل تھی۔ تا کہ سرمایہ دارانہ نظام سے جلد نجات پائے۔ اس نظم میں دربار خداوندی سے فرشتوں کے نام جو فرمان صادر ہوتا ہے وہ اسی تشدد پسند جماعت کے پروگرام کی نقل ہے کہ ''اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو''۔

الغرض یہاں اقبال نے مثبت اور حتمی طور پر مارکس یا کمیونزم کی ستائش کی ہے۔ کمیونزم کی افادیت کو تسلیم کیا ہے۔ بہ الفاظ دیگر کارل مارکس کے نظریہ کی تائید اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اپنی آواز اٹھا کر اشتمالیت کے کیمپ میں آ کھڑے ہوئے۔